

بھارت چھوڑو تحریک کی 75 ویں سالگرہ کے موقع پر لوک سبھا میں خصوصی تبادلہ کے دوران وزیراعظم کے خطاب کا متن

Posted On: 09 AUG 2017 7:56PM by PIB Delhi

نئی دہلی، 9 اگست 2017، عزت مآب اسپیکر صاحبہ، میں آپ کا اور ایوان کے سبھی محترم اراکین کا شکر گزار ہوں اور ہم سب آج فخر بھی محسوس کر رہے ہیں کہ اگست انقلاب پر، انہیں یاد کرنے کا، اس ایوان کے مقدس مقام پر ہم لوگوں کو موقع ملا ہے۔ ہم میں سے بہت لوگ ہیں جنہیں شاید اگست انقلاب، 9 اگست کے، وہ واقعات یاد ہوں۔ لیکن اس کے بعد بھی ہم لوگوں کے لئے دوبارہ یاد کرنے کی ترغیب ملتی ہے اور پوری زندگی میں ایسے اہم واقعات کو بار بار یاد کرنا، زندگی کے بھی اچھے واقعات کا بار بار یاد کرنا، زندگی کو ایک نئی طاقت دیتا ہے؛ قومی زندگی کو بھی نئی طاقت دیتا ہے۔ اسی طرح سے ہماری جو نئی نسل ہے، ان تک بھی یہ بات پہنچانا ہم لوگوں کا فرض بنتا ہے۔ نسل در نسل تاریخ کے سنہرے صفحات، اس وقت کے ماحول کو، اس وقت کی ہماری عظیم شخصیات کی قربانی کو، فرض کو، قوت کو، آنے والی نسلوں تک پہنچانے کی بھی ہر نسل کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

جب اگست انقلاب کے 25 سال ہوئے، 50 سال ہوئے، ملک کے تمام لوگوں نے ان واقعات کو یاد کیا تھا۔ آج 75 سال ہو رہے ہیں، اور میں اسے بہت اہم مانتا ہوں۔ اور اس میں محترم اسپیکر صاحبہ کا شکر گزار ہوں کہ آج ہمیں یہ موقع ملا ہے۔

ملک کی آزادی کی تحریک میں 9 اگست ایک ایسا واقعہ ہے، اتنی بڑی، اتنی شدید تحریک، انگریزوں نے بھی تصور نہیں کی تھی۔

مہاتما گاندھی، سینئر لیڈر، سبھی جیل چلے گئے۔ اور وہی لمحہ تھا کہ کئی نئی قیادتوں نے جنم لیا۔ لال بہادر شاستری، رام منوہر لویا، جے پرکاش نارائن، بہت سے دیگر نوجوان نے اس وقت ہوئی خالی جگہ کو پر کیا تھا اور تحریک کو آگے بڑھایا۔ تاریخ کے یہ واقعات ہم لوگوں کے لئے ایک نئی ترغیب، نئی طاقت، نیا ارادہ، نیا فرض جگانے کے لئے، کس طرح سے موقع بنیں، یہ ہم لوگوں کی مسلسل کوشش رہنی چاہئے۔

1947 میں ملک آزاد ہوا۔ ایک طرح سے 1857 سے لے کر 1947 تک، آزادی کی تحریک کے مختلف پڑاؤ آئے، مختلف واقعات ہوئے، متعدد قربانیاں دی گئیں، اتار چڑھاؤ بھی آئے۔ الگ الگ موڑ سے یہ تحریک گزری، لیکن 47 کی آزادی سے پہلے 42 کا واقعہ ایک طرح سے آخری بڑی تحریک تھی، آخری بڑی عوامی جدوجہد تھی اور اس عوامی جدوجہد میں آزادی کے لئے ملک کے باشندوں کو صرف وقت کا ہی انتظار تھا، وہ صورت حال پیدا ہوگئی تھی۔ اور جب ہم آزادی کی اس تحریک کی طرف دیکھتے ہیں، تو 1942 میں ایک ایسی تحریک کی زمین تیار ہوئی تھی، 1857 کی تحریک آزادی میں ایک ساتھ ملک کے ہر کونے میں آزادی کا بگل بجا تھا اور اس کے بعد مہاتما گاندھی کا بیرون ملک سے لوٹنا، لوک مانیہ تلک کی مکمل سوراخ اور ”سوراج میراپیدائشی حق ہے“ اس جذبے کو ظاہر کرتا ہے، 1930 میں مہاتما گاندھی کے ڈانڈی مارچ، نیتا جی سیہاش بوس کی طرف سے آزاد ہند فوج کے قیام، کئی نوجوانوں ویر بھگت سنگھ، سکھدیو، راج گرو، چندر شیکھر آزاد، چافیکر بندھو، ان گنت اپنے اپنے وقت پر قربانیاں دیتے رہے۔ ان سب نے آزادی کے لئے ایک زمین تیار کی اور اس کا نتیجہ تھا کہ بیالس میں ملک کو ایک سرے پر لا کر رکھ دیا کہ اب نہیں تو کبھی نہیں۔ آج نہیں ہوگا تو پھر کبھی نہیں ہوگا، یہ مزاج ہم وطنوں کا بن گیا تھا۔ اور اس کی وجہ سے اس تحریک سے اس ملک کا چھوٹا موٹا ہر شخص جڑ گیا تھا۔ کبھی لگتا تھا راجا جی کی تحریک ایللیٹ کلاس کے ذریعے چل رہی ہے، لیکن بیالس کا واقعہ، ملک کا کوئی کونا ایسا نہیں تھا، ملک کا کوئی طبقہ ایسا نہیں تھا، ملک کی کوئی سماجی حالت ایسی نہیں تھی، کہ جس نے اسے اپنا نہ مانا ہو۔ اور گاندھی کے الفاظ کو لے کر کے وہ چل پڑے تھے۔ یہی تو تحریک تھی، جب آخری آواز اٹھی بھارت چھوڑو۔ اور سب سے بڑی بات ہے مہاتما گاندھی کی پوری تحریک میں جو جذبہ کبھی ظاہر نہیں ہو سکتا تھا، پورے گاندھی کے غور و فکر اور برتاؤ کو دیکھیں تو اس سے ہٹ کر کے واقعہ پیش آیا۔ اس عظیم انسان نے کہا، کریں گے یا مرین گے۔ گاندھی کے منہ سے کریں گے یا مرین گے، الفاظ ملک کے لئے عجوبہ تھے۔ اور اس وجہ سے گاندھی کو بھی اس وقت کہنا پڑا تھا، اور انہوں نے یہ الفاظ کہے تھے ”آج سے آپ میں سے ہر ایک کو، خود کو، ایک آزاد عورت یا مرد سمجھنا چاہئے اور اس طرح کام کرنا چاہئے، مانو آپ آزاد ہیں۔ میں مکمل آزادی سے کم کسی بھی چیز پر مطمئن ہونے والا نہیں ہوں۔“ ہم کریں گے یا مرین گے۔ یہ باپو کے الفاظ تھے اور باپو نے واضح بھی کیا تھا کہ میں نے اپنے عدم تشدد کے راستے کو چھوڑا نہیں ہے۔ لیکن آج حالت ایسی ہے اور اس وقت عوام کا دباؤ ایسا تھا کہ باپو کے لئے بھی اس کی قیادت سنبھالتے ہوئے، ان عوام کے جذبات کے مطابق ان الفاظ کا استعمال کرنا پڑا تھا۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت معاشرے کے جب سبھی طبقات جڑ گئے، گاؤں ہو، کسان ہو، مزدور ہو، ٹیچر ہو، طالب علم ہو ہر کوئی اس تحریک کے ساتھ جڑ گیا اور کریں گے یا مرین گے اور باپو تو یہاں تک کہتے تھے کہ انگریزوں کی تشدد کی وجہ سے کوئی بھی شہید ہوتا ہے تو اس کے جسم پر ایک پٹی لکھنی چاہئے ”کریں گے یا مرین گے“ اور وہ اس آزادی کی تحریک کا شہید ہے۔ اس طرح کی بلندی تک اس تحریک کو باپو نے لے جانے کی کوشش کی تھی اور اسی کا نتیجہ تھا کہ بھارت غلامی کی زنجیروں سے آزاد ہوا۔ ملک اس آزادی کے لئے چھٹپٹا رہا تھا۔ رہنما ہو یا شہری، کسی کے بھی احساس کی شدت میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں تھا اور میں سمجھتا ہوں ملک جب اٹھ کھڑا ہوتا ہے تو اتحاد کی طاقت پیدا ہوتی ہے، مقصد مقرر کیا جاتا ہے اور تعین شدہ مقصد پر چلنے کے لئے لوگ متحد ہوکر چل پڑتے ہیں تو 42 سے 47 پانچ سال کے اندر اندر بیڑیاں چور چور ہو

جاتی ہیں اور ماں بھارتی آزاد ہو جاتی ہے اور تو اور اس لئے اس وقت رام ورکش بینی پوری، انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے زنجیریں اور دیواریں اور اس پیشکش کو بیان کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے ”ایک حیرت انگیز ماحول پورے ملک میں بن گیا۔ ہر شخص رہنما بن گیا اور ملک کا ہر چوراہا کرو یا مرو تحریک کا دفتر بن گیا۔ ملک نے خود کو انقلاب کے ہون گنڈ میں جھونک دیا۔ انقلاب کے شعلہ ملک بھر میں دھو دھو کر جل رہے تھے۔ بمبئی نے راستہ دکھا دیا۔ نقل و حمل کے سارے ذرائع ٹھپ ہو چکے تھے۔ کچھریاں ویران ہو چکی تھیں۔ بھارت کے لوگوں کی بہادری اور برطانوی حکومت کی بے رحمی کی خبریں پہنچ رہی تھی۔ عوام نے کرو یا مرو کے گاندھی وادی منتر کو اچھی طرح سے دل میں بٹھا لیا تھا۔“

اس وقت کا یہ بیان، اس کتاب میں جب یہ پڑھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ کس طرح کا ماحول ہو گا اور ایک وہ وقت تھا کہ اس واقعہ نے یہ بات صحیح ہے کہ برطانوی نوآبادی جو تھی اس کا آغاز ہندوستان میں ہوا اور اس واقعہ کے بعد اس کا اختتام بھی ہندوستان سے ہی ہوا تھا۔ بھارت کا آزاد ہونا صرف بھارت کی آزادی نہیں تھی، 1942 کے بعد دنیا کے جن جن مقامات پر افریقہ میں، ایشیا میں، اس نو آبادی کے خلاف ایک شعلہ بھڑکا اس کی ترغیب کا مرکز بھارت بن گیا تھا۔ اور اس وجہ سے بھارت صرف بھارت کی آزادی نہیں، ایک آزادی کی چاہ دنیا کے کئی حصوں میں پھیلانے میں بھارت کے عوام کے عہد اور فرض کی وجہ بن گیا تھا اور کوئی بھی بھارتی اس بات پر فخر کر سکتا ہے اور اس کو ہم نے دیکھا کہ ایک بار بھارت آزاد ہوا، اس کے بعد ایک کے بعد ایک نوآبادیات کے سارے لوگوں کے پرچم گرتے گئے اور آزادی سبھی ادوار تک پہنچنے لگی۔ کچھ ہی سالوں میں دنیا کے سارے ممالک کو آزادی حاصل ہو گئی اور یہ کام بتاتا ہے کہ یہ بھارت کی قوت ارادی کا ایک عظیم ترین نتیجہ تھا، ہمارے لئے سبق یہی ہے کہ جب ہم ایک ذہن کے ساتھ عہد کر کے پوری طاقت کے ساتھ مقرر مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جڑ جاتے ہیں تو یہ ملک کی طاقت ہے کہ ہم ملک کو مشکلات سے باہر نکال دیتے ہیں، ملک کو غلامی کی زنجیروں سے باہر نکال سکتے ہیں، ملک کو نئے مقاصد کے حصول کے لئے تیار کر سکتے ہیں، یہ تاریخ نے بتایا ہے اور اس وجہ سے اس وقت اس پوری تحریک کے لئے باپو کی شخصیت کو مانتے ہوئے قومی شاعر سوہن لال دویدی کی جو کویتا ہے اس میں باپو کی طاقت کو ظاہر کیا ہے۔ کویتا میں انہوں نے کہا تھا:

چل پڑے جدھر دو ڈگ، مگ میں

چل پڑے کوئی پگ اسی اور

گر گئی جدھر بھی ایک درشتی

گر گئے کوئی درگ اسی اور

جس طرف گاندھی کے دو قدم چلتے تھے اس طرف اپنے آپ کروڑوں لوگ چل پڑتے تھے، جدھر گاندھی جی کی نظر ٹک جاتی تھی ادھر کروڑوں کروڑ آنکھیں دیکھنے لگ جاتی تھی اور اس وجہ سے اس عظیم شخصیت نے لیکن آج جب ہم 2017 میں ہیں ہم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ آج ہمارے پاس گاندھی نہیں ہے، آج ہمارے پاس اس وقت جو بلند قیادت تھی وہ آج ہمارے پاس نہیں ہے لیکن سوا سو کروڑ ہم وطنوں کے اعتماد کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہم سب لوگ مل کر کے ان خوابوں کو پورا کرنے کی کوشش کریں، تو میں مانتا ہوں کہ گاندھی کے خوابوں کو ان مجاہدین آزادی کے خوابوں کو پورا کرنا مشکل کام نہیں ہے اور آج کا یہ موقع کسی بات کے لئے ہمیں اس وقت بھی جو دنیا کے حالات تھے 1942 میں بھارت کی آزادی کے لئے بہت سازگار ماحول تھے جو بھی تاریخ سے واقف ہے اسے معلوم ہے، میں سمجھتا ہوں آج پھر ایک بار 2017 میں جبکہ بھارت چھوڑ تحریک کے ہم 75 سال منا رہے ہیں، اس وقت دنیا میں وہ مطابقت ہے، جو بھارت کے لئے بہت موافق ہے اور دوستانہ نظام کا فائدہ ہم جتنا جلد اٹھا لیں، جیسے اس وقت دنیا کے بہت سے ممالک کے لئے ہم ترغیب کا سبب بنے تھے تو آج ہم موقع لے لیں تو آج پھر سے ایک بار ہم دنیا کے بہت سے ممالک کے لئے ترغیب بن سکتے ہیں، ترغیب کا سبب بن سکتے ہیں، ایسے موڑ پر آج ہم کھڑے ہیں 1942 اور 2017 - ان دونوں برسوں میں دنیا کے ماحول میں بھارت کی عظمت، بھارت کے لئے مواقع یکساں طور پر کھڑے ہیں اور اس وقت ہم اس بات کو کس طرح لیں، ہم اس کی ذمہ داری کس طرح اٹھائیں، میں مانتا ہوں تاریخ کے ان ادوار کی قوت سے ترغیب لے کر کے ہمارے لئے پارٹی سے بڑا ملک ہے، سیاست سے اوپر قومی پالیسی ہوتی ہے - میرے اپنے اوپر سوا سو کروڑ ہم وطن ہوتے ہیں۔ اگر اس جذبے کو لے کر کے ہم اڑ چلے، ہم سب مل کر کے آگے بڑھیں تو ہم ان مسائل کے خلاف کامیابی کے ساتھ آگے بڑھ سکتے ہیں ہم اس بات سے انکار کیسے کر سکتے ہیں کہ بدعنوانی نے دیمک کی طرح ملک کو کیسے تباہ کر کے رکھا ہوا ہے۔ سیاسی بدعنوانی ہو، سماجی بدعنوانی ہو یا ذاتی بدعنوانی ہو، کل کیا ہوا؟ کب کس نے کیا؟ اس کے لئے، تنازعہ کے لئے وقت بہت ہوتا ہے لیکن آج مقدس لمحہ ہے، ہم آگے تو ایمانداری کا جشن منا سکتے ہیں، ایمانداری کا عہد لے کر کے ملک کی قیادت کر سکتے ہیں، کیا ملک کو آگے لے جا سکتے ہیں، یہ وقت کا مطالبہ ہے، ملک کے عام انسان کا مطالبہ ہے، غربت، غذائی قلت، ناخواندگی یہ ہمارے سامنے چیلنج ہیں۔ ان چیلنجوں کو ہم حکومت کے چیلنجز نہ مانیں۔ وہ چنوتیاں ملک کی ہیں، ملک کے غریب کے سامنے مشکل سوالات کھڑے ہیں اور اس لئے ملک کے لئے جینے مرنے والے، ملک کے لئے عہد کرنے والے، ہم سب لوگوں کی ذمہ داری بنتی ہے اس کو پورا کرنے کے لئے۔ کچھ مسائل پر، 1942 میں بھی الگ الگ نظریات کے لوگ تھے۔ تشدد میں یقین کرنے والے بھی لوگ تھے، نیتا جی سبھاش بابو کی سوچ الگ تھی لیکن 1942 میں سب نے ایک آواز سے کہہ دیا تھا آپ کو گاندھی کی قیادت میں کوئٹہ انڈیا کا نعرہ لگانا ہے - یہی ہمارا راستہ ہے۔ ہماری بھی پرورش، نظریات مختلف رہے ہونگے۔ لیکن یہ وقت کا مطالبہ ہے کہ ہم کچھ پوائنٹس سے ملک کو آزاد کرانے کے لئے عہد کر کے چلیں، چاہے غریبی ہو، فاقہ کشی ہو، ناخواندگی ہو آخری کوشش خود کی ہو۔ مہاتما گاندھی کا گرام سراج کا خواب کتنا پیچھے چھوٹ گیا، کیا وجہ ہے کہ گاؤں والے گاؤں چھوڑ چھوڑ کر کے شہروں کی طرف بس رہے ہیں۔ گاؤں کی یہ فکر گاندھی کے ذہن میں تھی - جو گاؤں تھا کیا ہم اپنے اندر اس کو دوبارہ زندہ کر سکتے ہیں؟ کیا گاؤں غریب کسان، دلت پیڑھی، استحصال کے شکار محروم لوگوں کی زندگی کے

لئے اگر ہم کچھ کر سکتے ہیں، مل کر کرنا ہے۔ یہ سوال میرا اور تیرا نہیں ہے۔ یہ سوال اس پار اور اس پار کا نہیں ہے، یہ ہم سب کا ہے سوا سو کروڑ - م وطنوں کا ہے۔ سوا سو کروڑ م وطنوں کے عوامی نمائندوں کا ہے اور یہی تو وقت ہوتا ہے جب وہ ترغیب ہم لوگوں کو کچھ کر لینے کی طاقت دیتی ہے اور اس کو لے کر کے ہم آگے چل سکتے ہیں۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ملک میں جانے انجانے میں حقوق کی سوچ قوی ہوتی چلی گئی، فرض کا جذبہ غائب ہوتا گیا۔ قومی زندگی کے اندر، معاشرے کی زندگی کے اندر، حق کے جذبہ کی اہمیت اتنی ہی رہتے ہوئے بھی، اگر فرض کے جذبے پر ہم تھوڑا سا بھی غور کرنے لگیں گے تو سماجی زندگی میں کتنی بڑی مصیبتیں کم ہوسکتی ہیں اور بدقسمتی سے ہم لوگوں کا زندگی گزارنے کا طریقہ، ہمارے کردار میں کچھ چیزیں گھس گئی ہیں جس میں ہمیں برائی محسوس نہیں ہوتی ہے۔ میں غلط کر رہا ہوں، اگر میں چور ہے پریڈ لائٹ کراس کر کے نکل جاتا ہوں تو مجھے لگتا ہی نہیں کہ میں قانون توڑ رہا ہوں، میں کہیں پر تھوک دیتا ہوں، گندگی کرتا ہوں، ہمیں لگتا ہی نہیں کہ میں غلط کر رہا ہوں۔ ہم اپنے فرض کے جذبے سے ایک طرح سے ہمارے ذہن میں، ہمارے زندگی گزارنے کے طریقے میں، اس قسم کے اصولوں کو توڑنا، قوانین کو توڑنا، یہ ہمارا مزاج بنتا چلا گیا۔ چھوٹے چھوٹے واقعات تشدد کی طرف لے جا رہے ہیں۔ اسپتال میں کسی ڈاکٹر کے ذریعہ کچھ مریضوں کا کچھ ہوا، ڈاکٹر مجرم ہے، نہیں ہے، اسپتال مجرم ہے، نہیں ہے، رشتہ دار جاتے ہیں، اسپتال کو آگ لگا دیتے ہیں۔ ڈاکٹر کو مارتے ہیں، پیٹتے ہیں، ہر چھوٹے موٹے واقعہ پر اگر ایکسیڈنٹ ہو گیا، ہم کار کو جلا دیتے ہیں، ڈرائیور کو مار دیتے ہیں۔ یہ جو چلا ہے یہ شہری ہونے کے قانون کے ناطے ہمارا فرض ہونا چاہئے، ہم ماننے لگے ہیں کہ ہمارے سے کچھ چھوٹ گیا ہے۔ ہماری زندگی گزارنے کے طریقے میں کچھ ایسی چیزیں گھس گئی ہیں، جیسے ہمیں لگتا ہی نہیں ہے کہ ہم قانون توڑ رہے ہیں اور اس وجہ سے یہ لیڈر شپ کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ معاشرے کے اندر ہم سب کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ ہم معاشرے کے اندر، ان خامیوں سے نجات دلا کر کے سماج کے اندر فرض کے جذبے کو جگائیں!

بیت الخلا، صاف صفائی یہ موضوعات مذاق کے نہیں ہیں۔ ان ماں بہنوں کی پریشانی سمجھو تب پتہ چلتا ہے کہ جب بیت الخلا نہیں ہوتا تو رات کے اندھیرے کا انتظار، دن کس طرح گزارنا پڑتا ہے اور اس وجہ سے بیت الخلا بنانا ایک کام ہے لیکن سماج کی سوچ بدل کر بیت الخلا کا استعمال کرنا یہ عوام کی بیداری کے لئے ضروری ہے۔ اس بات کو ہمیں جاننا ہوگا اور یہ جذبہ قوانین سے نہیں پیدا ہوتا ہے، قانون بنانے سے نہیں ہوتا ہے۔ قانون صرف مدد کر سکتا ہے لیکن فرض کا جذبہ جگانے سے زیادہ ہو سکتا ہے اور اس وجہ سے ہم لوگوں کو کرنا ہوگا۔ ہمارے ملک کی ماں بہنیں ملک کے اندر کم از کم ملک پر جو، ان کا بوجھ ہے۔

ملک کو کم سے کم جن کا بوجھ برداشت کرنا پڑتا ہے، وہ اگر کوئی طبقہ ہے تو اس ملک کی مائیں، بہنیں اور خواتین ہیں۔ ان کی طاقت ہمیں کتنی قوت فراہم کرسکتی ہے، ان کی شراکت داری ہماری ترقی کے اندر ہمیں کتنا زور دے سکتی ہے۔ پوری تحریک آزادی میں دیکھئے مہاتما گاندھی کے ساتھ آزادی کی جدوجہد جہاں جہاں ہوئی ایسی مائیں اور بہنیں تحریک آزادی کی قیادت کرتی تھیں اور ملک کو آزادی دلانے میں ہماری ماؤں اور بہنوں کا اتنا ہی تعاون تھا۔ آج بھی ملک اور قوم کی زندگی میں ان کا اتنا ہی تعاون ہے اس کو آگے بڑھانے کی سمت میں ہم لوگوں کو اپنے فرض سے آگے بڑھنا چاہیے۔

یہ بات درست ہے کہ 1857 سے 1942 تک ہم نے دیکھا کہ آزادی کی تحریک الگ الگ پڑاؤ سے گزری، اتار چڑھاؤ آئے، الگ الگ موڑ آئے، نئی نئی قیادت آتی گئی۔ کبھی انقلاب کا حصہ اوپر ہو گیا تو کبھی کبھی عدم تشدد کا حصہ اوپر ہو گیا، کبھی دونوں نظریات کے درمیان ٹکراؤ کا بھی ماحول رہا تو کبھی دونوں نظریات ایک دوسرے کے ساتھ باہم مل گئے، لیکن ہم نے دیکھا کہ یہ سارا 1857 سے لے کر 1942 تک تاریک دور ہم دیکھیں، ایک طرح سے اضافی تھا۔ دھیرے دھیرے بڑھ رہا تھا، دھیرے دھیرے پھیل رہا تھا، دھیرے دھیرے لوگ جڑ رہے تھے، لیکن 1942 سے 1947 تک وہ انکریمنٹل تبدیلی نہیں تھی۔ ایک رکاوٹ کا ماحول تھا اور اس نے سارے مساوات کو ختم کر کے آزادی دینے کے لئے انگریزوں کو مجبور کر دیا، جانے کے لئے مجبور کر دیا۔ 1857 سے 1942، دھیرے دھیرے کچھ ہوتا رہتا تھا، چلتا رہتا تھا، لیکن 1942 سے 1947 تک وہ حالات نہیں تھے۔

ہم بھی دیکھیں معاشرے کی زندگی میں ہم پچھلے سو، دو سال کی تاریخ دیکھیں تو ترقی کا سفر ایک انکریمنٹل رہا تھا۔ دھیرے دھیرے دنیا آگے بڑھ رہی تھی، دھیرے دھیرے دنیا اپنے آپ کو بدل رہی تھی، لیکن پچھلے 30 سے 40 سال میں دنیا میں اچانک بدلاؤ آیا۔ زندگی میں اچانک تبدیلی آئی اور ٹیکنالوجی نے بہت بڑا کردار ادا کیا۔ کوئی تصور نہیں کرسکتا جو اس 30 سے 40 سال میں دنیا میں جو بدلاؤ آیا ہے۔ فرد کی زندگی میں، انسان کی زندگی میں، سوچ میں جو بدلاؤ آیا ہے 30 سے 40 سال پہلے ہمیں نظر بھی نہیں آتا تھا۔ ایک خلل والا، ایک مثبت تبدیلی کا تجربہ کرتے ہیں۔

جس طرح سے انکریمنٹل سے باہر نکل کے ایک سمت سے ایک ہائی جمپ کی طرف چلے گئے۔ میں سمجھتا ہوں 2070، 2022 بھارت چھوڑو تحریک کے 75 سال اور آزادی کے 70 کے بیچ کا 5 سال، 1942 سے 1947 کا جو مزاج تھا وہی مزاج اگر ہم ملک میں دوبارہ پیدا کریں 2070 سے لے کر 2022 تک آزادی کے 75 سال منائیں گے تب، ہم ملک کے ہماری آزادی کے بہادروں کی جو تمنائیں تھیں، ان خوابوں کو پورا کرنے کے لئے ہم اپنے آپ کو کھپائیں گے۔ ہم اپنے عہد کو لے کر آگے چلیں گے۔ مجھے یقین ہے نہ صرف ہمارے ملک کا بھلا ہوگا، لیکن جیسے 1942 سے 1947 کی کامیابی کے سبب دنیا کے بے شمار ملکوں کو فائدہ حاصل ہوا، آزادی کی تمنا پیدا ہوئی، طاقت ملی۔ بھارت کو آج دنیا کے کئی ملک، ایک حصہ ایسا ہے جو بھارت کو اس شکل میں دیکھ رہا ہے۔ اگر ہم بھارت کو 2017 تا 2022، جو کہ ہم لوگوں کی ذمہ داری کا دور ہے، اگر ہم دنیا کے سامنے بھارت کو اس اونچائی پر لے کر جاتے ہیں تو دنیا کا ایک بہت بڑا طبقہ ہے جو کہ قیادت کی تلاش میں، مدد کی تلاش میں ہے، کسی کے تجربات کو سیکھنا چاہتا ہے بھارت اس کو پورا کرنے کے لئے پوری طرح لائق ہے۔ اگر اس کو کرنے کے لئے ہم کوشش

کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ ملک کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔ اس لئے ایک اجتماعی جذبہ پیدا کرنا، ملک کو عہد بند کرنا، ملک کے لوگوں کو ساتھ جوڑ کر چلنا اور ان 5 برسوں کی اہمیت کو ہم اگر آگے بڑھائیں گے تو مجھے یقین ہے کہ ہم کچھ مسئلوں پر اتفاق رائے بنا کر بہت کچھ کام کرسکتے ہیں۔

ہم ابھی ابھی دیکھا جی ایس ٹی، اور یہ میں بار بار کہتا ہوں کہ یہ میرا سیاسی بیان نہیں ہے، یہ میرا عزم ہے۔ جی ایس ٹی کی کامیابی کسی حکومت کی کامیابی نہیں ہے، جی ایس ٹی کی کامیابی کسی پارٹی کی کامیابی نہیں ہے۔ جی ایس ٹی کامیابی اس ایوان میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے عزم مصمم کا نتیجہ ہے۔ چاہے یہاں بیٹھے ہوں چاہے وہاں بیٹھے ہوں، یہ سب کو جاتا ہے، ریاستوں کو جاتا ہے۔ ملک کے عام کاروباری کو جاتا ہے اور اسی کے سبب یہ ممکن ہو سکا ہے۔ جو ملک کی سیاسی قیادت اپنی عہد بستگی کے سبب اتنا بڑا کام کر لیتی ہے، دنیا کے لئے عجوبہ ہے۔ دنیا کے لئے بہت بڑا عجوبہ ہے۔ اس کے اسکیل کو دیکھ کر کے، اگر ملک یہ کرسکتا ہے تو سارے فیصلے دیکھ مل بیٹھ کرکے کرسکتا ہے اور 125 کروڑ ملک کے باشندوں کے نمائندے کی شکل میں، 125 کروڑ ملک کے باشندوں کو ساتھ لے کر کے 2022 کا عہد لے کر ہم اگر چلیں گے تو مجھے یقین ہے کہ جو نتیجہ ہمیں برآمد کرنا ہے وہ نتیجہ ہم لاکر رہیں گے۔

مہاتما گاندھی نے نعرہ دیا تھا کرو یا مرو، اس زمانے کا جذبہ تھا کریں گے یا مریں گے۔ آج 2017 میں 2022 کو بھارت کیسا ہو یہ عہد لے کر چلنا ہے تو ہم لوگوں کو بھی، ہم سب مل کر کے ملک سے بدعنوانی دور کریں اور کرکے رہیں گے۔ ہم سبھی مل کر غریبوں کو ان کا حق دلائیں گے اور دلا کر رہیں گے۔ ہم سبھی مل کر نوجوانوں کو مکمل روزگار کے مواقع دیں گے اور دے کر رہیں گے۔ ہم سبھی مل کر ملک سے ناقص غذائیت کے مسئلے کا خاتمہ کریں گے اور کرکے رہیں گے۔ ہم سبھی مل کر خواتین کو آگے بڑھنے سے روکنے والی بیڑیوں کو ختم کریں گے اور کرکے رہیں گے۔ ہم سبھی مل کر ملک سے جہالت اور ناخواندگی کو ختم کریں گے اور کرکے رہیں گے۔ اس کے علاوہ اور بھی کوئی موضوعات ہوسکتے ہیں۔ اگر اس زمانے کا منتر تھا کریں گے یا مریں گے تو آزاد ہندوستان میں 75 سال بعد آزادی کا تہوار منانے کی جانب آگے بڑھ رہے ہیں تب کریں گے اور کرکے رہیں گے اس عہد کو لے کر کے ہم آگے بڑھیں گے۔ یہ عہد کسی پارٹی کا نہیں، یہ عہد کسی سرکار کی نہیں، یہ عہد 125 کروڑ ملک کے باشندے، 125 کروڑ ملک کے باشندوں کے عوامی نمائندگان، ان سب کا مل کر جب عہد بنے گا تو مجھے یقین ہے کہ عہد سے حقیقت تک یہ 5 پانچ سال، 2017 سے 2022 تک، آزادی کے 75 سال، آزادی کے دیوانوں کا خواب پورا کرنے کے لئے کافی وقت ہے اس کو ہم تحریک کا سبب بنائیں۔ آج اگست کرانتی کے موقع پر ان عظیم شخصیات کو یاد کرتے ہوئے، ان کی قربانیوں کو یاد کرتے ہوئے ان سے آشیرواد مانگتے ہوئے ہم سب مل کر کے کچھ باتوں پر اتفاق رائے قائم کرکے ملک کو قیادت فراہم کریں۔ ملک کو مسائل سے نجات دلائیں، سپنے، قوت، طاقت اور مقصد کو حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھیں۔ اسی ایک امید کے ساتھ محترمہ اسپیکر میں ایک بار آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور آزادی کے دیوانوں کو سلام کرتا ہوں۔

م ن۔ ش ت۔ م ع۔ ن ا۔ ن ع

(09-08-17)

U- 3899

